مدارس اسلامیہ کے لئے لمحہ فکریہ

محترم محمد الیاس ندوی بھٹکلی

گزشتہ دوتین ماہ کے دوران ملک کے متعدد صوبوں میں جانے اور مختلف دعوتی پروگراموں میں شرکت کا موقع ملا، ان اسفار میں کئی ایسے واقعات پیش آئے جن سے ایک مدرسہ کے طالب علم اور خادم ہونے کی حیثیت سے دل بیٹھ گیا۔

ایک سیمینار میں شرکت کے دوران قریب کے ایک بڑے مدرسہ میں جانا ہوا، وقت کم تھا، مدرسہ کے تفصیلی معائنہ کی گنجائش نہیں تھی، اس لئے ہم نے معذرت کردی، لیکن بعض بڑے اساتذہ کا اصرار تھا کہ ہم کم از کم ان کے ایک اہم شعبہ کو ضرور دیکھیں، یہ کہہ کر وہ ہمیں کمپیوٹر کے شعبہ میں لے گئے، وہ اس شعبہ کا اس طرح تعارف کرا رہے تھے جیسے وہ اس مدرسہ کا سب سے بڑا اور اہم شعبہ ہو، وہ فخریہ انداز میں کہہ رہے تھے کہ ہمارے اس کورس کو حکومت بھی تسلیم کرتی ہے اور اس پر سرکاری ملازمت بھی ملتی ہے، ان اللہ کے بندوں کو ہمیں نہ شعبہ حفظ یا دارالحدیث یا دارالافتاء لے جانے کی ضرورت محسوس ہوئی، نہ کسی دعوتی شعبہ کی زیارت کرانے کی، نہ کتب خانہ دکھانے کی، جب کہ دکھانے والے بھی مدرسہ کے اساتذہ تھے اور دیکھنے والے بھی۔ ایک مدرسہ کے ناظم نے اسی سفر میں بتایا کہ ہمارے مدرسہ میں طلباء کے لئے کراٹے کھیل کا نظم ہے اور اس میں مہارت حاصل کر کے فارغ ہونے والے ہمارے ایک طالب علم کو جزوقتی ملازمت مل گئی ہے اور ان کی تنخواہ پچیس ہزار روپے ہے، وہ اس کو اس طرح فخریہ انداز سے سنا رہے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ عالمی سطح پر ان کے طالب علم کو قرآن مجید یا حدیث شریف کی کسی تحقیقی خدمت پر بڑا دینی و علمی اعزاز ملا گیا ہے۔

مدارس کے کچھ فارغین سے ایک بڑے شہر میں ایک سیمینار کے دوران ملاقات ہوئی جو ایک یونیورسٹی میں بی، اے میں زیر تعلیم تھے، ہم نے ان سے پوچھا کہ اپنے مدارس سے فراغت کے بعد بھی یہاں آپ لوگوں نے داخلے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ اور وہ بھی عربی کے لئے، کہنے لگے ہمارے مدارس کی سند کا اس وقت سرکاری نوکریوں اور پرائیویٹ کمپنیوں میں کوئی اعتبار ہی نہیں، یہاں سے جب ہم فارغ ہوں گے تو ہماری ملازمتوں کا آغاز ہی دس بارہ ہزار روپے سے کم میں نہیں ہوگا، بات اس حد تک ہوتی تو مجھے حیرت نہیں ہوتی لیکن اس دوران میں نے ان میں سے اکثر طلباء کو جس ناگفتہ بہ شکل وصورت اور ظاہری

حالت میں دیکھا اس سے سر شرم سے جھک گیا، اکثر فارغین کے چہرے صفا تھے، داڑھی کا نام ونشان تک نہیں تھا، ان شرٹ اور ٹی شرٹ کے ساتھ ٹخنوں سے نیچے ان کے پینٹ تھے، ٹوپی کا تو خیر کوئی سوال ہی نہیں تھا، پندرہ سال تک مسلسل مدرسہ میں قیام کے بعد یونیورسٹی میں داخل ہوتے ہی ایک ماہ میں ان کی تربیت و تعلیم پر پانی پھر گیا تھا، مزید وہ فخر یہ کہہ رہے تھے کہ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں اس یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا ورنہ دو تہائی سے زیادہ فارغین ہر سال اس یونیورسٹی کے اس شعبہ میں داخلہ سے محروم ہوتے ہیں۔ ان تینوں واقعات کے مرکزی کردار پر نظر دوڑائیے، پہلے میں اساتذہ مدارس دوسرے میں ذمہ داران مدارس اور تیسرے میں طلباء مدارس، ان سب کی حالتوں اور گفتگو کا تجزیہ کیجئے تو صرف دو لفظوں میں اس کو یوں ادا کیا جاسکتا ہے "مرعوبیت" اور خود اپنی تعلیم پر عدم اعتماد، دوسرے الفاظ میں خود اعتمادی کا فقدان۔

آج ہمارے مدارس کے خلاف ہونے والی عالمی سازشوں کا ہر جگہ چرچہ ہے کہ یہ دینی مدارس کے خلاف عالمی منصوبہ بندی ہے، حکومت کے مدرسہ بورڈ کے خلاف ہم چوکنا ہیں کہ اس سے مدارس کا وجود خطرے میں ہے، مدارس میں عصری علوم کی شمولیت کی تحریک پر ہم چیں بجبیں ہوجاتے ہیں کہ یہ ہمارے مدارس کی روح کے خلاف ہے، ہمارے یہ خدشات اور ہمارے یہ اندیشے برحق ہیں، لیکن اگر دوسری طرف نگاہ بصیرت سے ان کی ان منصوبہ بندیوں کا جائزہ لیا جائے تو ان سب کے پس پردہ ان سازشوں کا مشترک محرک یہی ہے کہ ان سب ہمارے بدخواہوں کو نظر آرہا ہے کہ عالمی سطح پر پیدا ہونے والی اسلامی بیداری کے پیچھے ان ہی مدارس کا اہم رول ہے، اسی لئے ان کو اسلام کے حوالے سے ہمارے ان مدارس سے خوف ہے اور وہ اس کو کسی طرح ختم کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ ان اسلام دشمن طاقتوں کو ڈر اور خوف ہمارے مدارس کی پرشکوہ عمارتوں اور اس کے عظیم الشان کتب خانوں اور اس میں ہونے والے سیمیناروں اور وہاں بڑھتی ہوئی طلبا کی تعداد اور عوامی رجحان سے نہیں بلکہ ان کو خوف و خطرہ اور دشمنی و عداوت اس اسلامی روح اور دینی اسپرٹ سے ہے جو ان مدارس کی امتیازی شان اور اس کا طرہ امتیاز ہے۔

ماضی میں بارہا ایسا ہوا کہ اسلام دشمن طاقتوں نے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے ناکام کوششیں کیں، لیکن جب انہیں احساس ہوا کہ مسلمانوں کو کسی بھی حال میں ختم نہیں کیا جاسکتا تو پھر یہ منصوبہ بنایا گیا کہ ان کو بظاہر مسلمان رکھتے ہوئے ان کے اندر سے اسلام کی روح کو ختم کردیا جائے، اس طرح کہ غیر شعوری طور پر وہ اسلام سے نکل جائیں اور فکری و تہذیبی ارتداد میں مبتلا ایک بڑی مسلم نسل کو تیار کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں، جو بظاہر مسلمان ہے لیکن عملاً اسلام سے نکل چکی ہے، اب وہ یہی تجربہ مدارس اسلامیہ کے سلسلہ میں کرنا چاہتے ہیں، جب انہیں احساس ہوگیا ہے کہ ان دینی مدارس کا وجود کسی بھی حال میں ختم نہیں ہوسکتا تو یہ منصوبہ بنایا گیا ہے کہ پچھلے کامیاب تجربہ کی روشنی میں ان مدارس کو اسی حال میں رہنے دیا جائے البتہ اس کی روح کو ختم کردیا جائے، جس کے نتیجہ میں وہاں سے فارغ ہونے والے علماء کے اندر احساس کمتری پیدا کی جائے اور دینی تعلیم کے سلسلہ میں خود اعتمادی کی دولت سے ان کو غیر محسوس طریقہ سے محروم کردیا جائے، بظاہر ان مذکورہ واقعات کی روشنی میں ہمیں محسوس ہورہا ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں ہمارے ان مدارس کے سلسلے میں اپنے منصوبوں میں بتدریج ہی سہی کامیاب ہورہی ہیں، جس کا احساس ہمیں گزشتہ چند

سالوں سے مجموعی طور پر ہمارے مدارس سے فارغ ہونے والے اکثر طلبا کے رویوں، گفتگو اور ان کے طرز زندگی سے ہو رہا ہے ۔ورنہ کیا وجہ ہے ہمارے ذمہ داران مدارس کو اپنے مدارس کی سند کو سرکاری سندوں کے مساوی قرار دینے ،اپنے یہاں اوپن یونیورسٹیوں اور اردو، عربی سرکاری کونسلوں کے سینٹر اور فارغین کے لئے انگریزی میں مہارت پیدا کرنے کے لئے کوچنگ کلاس کھولنے کی فکر تو ہے، لیکن ہمارے ان فارغین میں خود ان کی دینی تعلیم پر ان کے اعتماد کو بحال کرنے ،اخلاقی اعتبار سے ان کو علماء ربانیین کی سی زندگی گزارنے کی ترغیب دلانے اور دعوتی اعتبار سے ان کو تیار کرنے کے لئے کسی شعبہ کے قیام کے متعلق کوئی خبر سننے میں نہیں آ رہی ہے؟ ہمیں تدریس کے لئے اچھے محدثین اور مفسرین کے فقدان کا شکوہ تو ہے لیکن فراغت کے بعد اس سلسلے میں ان کی خصوصی تربیت کے لئے کسی مدرسہ کی طرف سے اس سلسلے میں کسی نئی پیش رفت کی اطلاع نہیں مل رہی ہے؟ جب ہمارے علماء و فارغین کو خود اپنی دینی تعلیم پر اعتماد نہیں ہوگا تو اگلی زندگی میں ان سے کسی بڑے کارنامے کی امید کیوں کر کی جا سکتی ہے؟ کچھ مدارس سے انگلیوں پر گنے جا سکنے والے علمی و دعوتی اعتبار سے ممتاز کچھ اچھے فضلا کی مثال دے کر ہمارے اس تجزیہ کو جھٹلایا نہیں جا سکتا، اس لئے کہ مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ میں سے ایک دو اچھے طلبہ نکلتے ہیں تو اس کو اس مدرسہ کی خصوصیت نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ استثنائی صورت ہے، اگر یہ مدرسہ کی تعلیم و تربیت کا اثر ہوتا تو آدھے سے زیادہ طلبا کا اس طرح ممتاز ہو کر نکلنا ضروری تھا، یہ وہ طلبہ تھے جو کسی بھی مدرسہ میں ہوتے تو اسی امتیازی شان سے فارغ ہوتے ،لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ اتفاقی طور پر دو چار اچھے نکلنے والے اپنے فضلاء کے کارناموں سے ہماری رپورٹیں بھری رہتی ہیں، اس طرح کی تشہیر سے مدارس کی افادیت کے سلسلہ میں ہم اپنے مخالفین کا منہ تو بند کر سکتے ہیں لیکن اللہ کے دربار میں اپنی جواب دہی سے بچ نہیں سکتے۔

یہ تجزیہ ہندوستان کے عمومی مدارس کے متعلق ہے، بعض مدارس کا اس میں یقیناً استثناء کیا جا سکتا ہے بالخصوص قدیم اور بڑے مدارس کا، لیکن مجموعی صورت حال اطمینان بخش نہیں ہے، اس پورے پس منظر میں ہمارے مدارس کی سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ دینی تعلیم کے سلسلے میں، ہم اپنے طلبا و فارغین میں خود اعتمادی کو بحال کرنے پر اولین فرصت میں توجہ دیں، ان میں اس وقت احساس کمتری کو ختم کرنے کے لئے ان کی اس طرح تربیت کریں کہ ان کے قدم دنیاوی زندگی میں ڈگمگا نہ سکیں اور باد صرصر کی مخالف ہوائیں ان کے قبلہ کی سمت میں رخنہ ڈال سکیں، ان کی اخلاقی و دینی تربیت اور تزکیہ نفس کے لئے فراغت کے بعد ایک سالہ اور دو سالہ ایسے کورس ترتیب دیئے جائیں جس طرح افتاء، ادب اور عصری علوم کے لئے ترتیب دیئے گئے ہیں، اگر اس پر فی الفور توجہ نہ دی گئی تو خطرہ ہے کہ چند ہی سالوں میں ہمارے مدارس تو اپنی جگہ باقی رہیں گے لیکن وہ اسلامی روح اور دینی جذبہ سے خالی ہو جائیں گے، نام تو مدارس کا ہوگا، تعلیم بھی عربی کی ہوگی اور اس کو چلانے والے بھی علما ہوں گے، لیکن وہ نتیجتاً و عملاً دنیاوی میدان میں اپنے فارغین کو روزگار فراہم کرنے کے مراکز ہوں گے۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف   آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

☆☆☆